تحریک سوشلزم پر ایک تنقیدی نظر

از جناب سید مغنی الدین صاحب شمسی ایم اے

(۳)

یہ الزام ایک حد تک درست ہے لیکن ساتھ ہی اس کا علاج بھی خود اس نظام میں موجود ہے اور وہ علاج اول خود بنانے والے کا ذاتی مفاد یا نفع ہے۔ دوسرے تجارتی مقابلہ صرف قیمت کا ہی نہیں بلکہ نوعیت کا بھی ہوتا ہے۔ امتیازی لیبل اور ٹریڈ مارک۔ اور مخصوص پیکٹ وغیرہ کے ذریعہ خریدار اشیاء کی نوعیت پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح بنانے والے کی گمنامی بھی باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ خریدار کسی نقص یا خرابی کا ذمہ دار اس کمپنی کو ٹھہرا سکتا ہے۔ تیسرے خود حکومت کی طرف سے اشیاء کا معائنہ اور تجزیہ وغیرہ خاص کر ان حالات میں جبکہ اوسط درجہ کا خریدار اس کام کو بطور خود انجام نہیں دے سکتا) ہوتا رہتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روپیہ لگانے والے بھی اسی طرح انجمن کا سرمایہ مشترک بنانے والے کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں جیسے خریدار کارخانے والوں کے رحم وکرم پر۔ لیکن اس میں مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ بندیوں یا ناتجربہ کاروں کے لیے بھی بہت سے انتظامات ایسے ہیں جہاں وہ اپنا روپیہ جمع کرسکتے ہیں یا لگا سکتے ہیں۔ بیشک ان کا نفع اتنا زیادہ نہیں ہے مثلاً سیونگ بینک، قدیم آزمودہ کارکمپنیاں اور گورنمنٹ بونڈ اسی قسم کی چیزیں ہیں لیکن جہاں دھوکا یا اندھادھند کارروائی ہو رہی ہو، وہاں حکومت کا فرض ہے کہ وہ چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح

ایسی کمپنیاں چلانے والوں کو سزا دے۔ اور اس طرح پبلک کی حفاظت کرے۔ اس فرض کو ہر اچھی حکومت پہچانتی ہے اور اس پر عمل کرتی ہے۔ افراد کی طرح حکومتیں بھی لیاقت، کارگذاری دیانت، اثر اور خوبی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ جہاں تک تجارت میں یقینی یا غیر یقینی کامیابی کا سوال ہے، وہ خطرہ یا معاملہ روپیہ لگانے والے کو بغیر کسی خارجی امداد کے خود اپنے ذمہ لینا چاہیے، اور در اصل ذاتی سرمایہ دار کا اپنی دولت کو نئے راستوں اور کاموں پر لگانے کے لیے تیار ہو جانا انڈسٹری کی ترقی اور ذاتی ملکیت کے اصول کی برکت ہے۔ ایسے کاموں میں بڑے بڑے نقصان بھی ہوتے ہیں اور منفعتیں بھی، جن کو حقیقت میں سوشلزم کے خلاف بیمہ کی اقساط سمجھنا چاہیے۔

اس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ نظام میں بہ نسبت خریدار اور روپیہ لگانے والے کے مزدوروں کو سب سے زیادہ مصائب و مشکلات برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ہمارے سامنے مزدوری کے غلاموں کی بھیانک تصویریں کھینچی جاتی ہیں جن میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ ظالم سرمایہ داروں کے ظلم و ستم کے ماتحت وہ زیادہ سے زیادہ کام کرنے، کم سے کم مزدوری لینے ترین فضا میں کام کرنے اور رہنے کے لیے، اور عمر بھر ایک قسم کا کام کرنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔

یہاں بھی سوشلسٹ تصویر کا محض غلط رُخ پیش کرتے ہیں۔ اور ان قونوں کی طرف سے جو موجودہ نظام میں سرمایہ داروں کی طاقت کے غلط استعمال کو روکنے اور مزدوروں کی بہتری اور بہبودی کے لیے کارفرما ہیں۔ چشم پوشی اختیار کر لیتے ہیں۔ تین حیثیتوں سے مزدور جماعت کی طاقت بڑھنے کا امکان ہے۔ اول تو خود سرمایہ دار کو یہ احساس ہو گیا ہے کہ وہ دولت کا واحد مالک نہیں ہے، بلکہ ایک طرح سے اس کا محافظ ہے۔ دوسرے ریاست یا حکومت

ان کے سر پر یہ دیکھنے کے لیے موجود ہے کہ سرمایہ دار اور مزدور کا رشتہ اتحاد کی صحیح بنیادوں پر استوار ہے یا نہیں۔ تیسرے ٹریڈ یونین کی تنظیم کی بدولت اُن کی خود اعتمادی میں ترقی ہو گئی ہے۔

سب سے پہلے تو کوئی سنجیدہ شخص اس بات کو نہیں مان سکتا کہ ہر سرمایہ دار یا کارخانہ دار غریب مزدوروں پر ظلم توڑتا ہے۔ گویا وہ انسان ہی نہیں ہے جو اپنے ساتھی انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا جانے۔ زمانۂ حال کی معاشرتی ترقی کے لیے مختلف ذرائع مختلف صورتوں میں اختیار کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً دیہات سدھار۔ کارخانوں کی جدید عمارتیں اور ماحول تفریح و تعلیم کا سامان وغیرہ کے ذریعہ صورت حال کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سخت مزاج سرمایہ دار اور تاجر بھی اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ سختی کی جگہ نرمی اور سلوک سے نفع بھی زیادہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

دوسری اور اہم چیز ریاست یا حکومت کی مداخلت ہے۔ ہر ملک میں جیسے جیسے صنعت و حرفت یا انڈسٹری ترقی کرتی جا رہی ہے۔ اور اُن کے جو جو نقائص تجربے میں آتے جا رہے ہیں اُن کے انسداد کے لیے دیگر ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے کارخانوں یا فیکٹریوں کے قوانین مرتب ہو کر نافذ کیے جا رہے ہیں۔ اِن قوانین میں حفظانِ صحت، روشنی اور جگہ کے متعلق بھی قواعد موجود ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے بچوں سے کام لینے۔ عورتوں اور جوان لڑکوں کے کام کے اوقات مقرر کرنے، غیر متوقع حالات و حادثات کی صورت میں مزدوروں کے ساتھ مراعات کا بھی ذکر موجود ہے۔ عام طور پر یہ خیال پختہ ہو چلا ہے کہ تجارتی مقابلہ مزدوروں کی صحت اور قوت کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔

پھر بھی یہ ظاہر ہے کہ محض سرمایہ دار کی ہمدردی یا حکومت کی مداخلت سے کوئی اطمینان بخش صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مزدور کی اپنی کوشش کو بھی اس میں دخل ہونا چاہیے۔ اجتماعی

اعتمادی ۔ اور اپنی مدد آپ مزدور کا سب سے بڑا ہتھیار ہے ۔ موجودہ حیثیت وحرفت کے دور میں یہ چیز بہت مفید اور یقینی ثابت ہوئی ہے ۔ یورپ کا جدید مزدور جس کو متعصب سوشلسٹ اپنی تقریر کے جوش میں مزدوری کا غلام کہہ کر پکارتے ہیں ۔ قومی ترقی اور مفاد کے سلسلہ میں اپنا زیادہ سے زیادہ حصہ بٹانے کی کشمکش کے لیے پوری طرح تیار ہے تعلیم نے اس میں وسعت نظر پیدا کردی ہے ۔ تربیت اور معاشرتی زندگی نے اس کے تصورات کو روشن کردیا ہے ۔ کارخانوں اور رہائش کے مکانوں کی حالت کی بہتری نے اس میں قوت پیدا کردی ہے منظم سرمایہ داروں اور منظم مزدوروں کے نمائندوں کے درمیان معاہدے ، اس بات کا ثبوت ہیں کہ آئندہ آئینی اور دستوری فیکٹریوں کا رواج عام طور پر ہوجائیگا اور صنعت وحرفت میں جمہوریت کے رواج کے مطابق مزدور اپنے شرائط براہ راست سرمایہ داروں سے طے کیا کرینگے ۔

بیمے کے رواج کی ترقی کے سبب مزدور کی بہت سی مشکلات کا سدباب ہو رہا ہے تنہا ایک شخص جس کا نہ کوئی سہارا ہو نہ آسرا ۔ ایک غیر متوقع حادثے یا بدقسمتی کا شکار ہوسکتا ہے ۔ یا تنہا ایک شخص زیادہ عرصہ بیمار رہنے کی وجہ سے کام کے قابل نہ رہے ۔ ۔ ۔ یا کسی وجہ سے نوکری سے برطرف ہوجائے ، یا اچانک موت کی وجہ سے اس کے بیوی بچے کس مپرسی کی حالت میں مبتلا ہوجائیں ۔ ان تمام مشکلات کا حل خوش قسمتی سے بیمے کی ایجاد نے ایک حد تک کردیا ہے اور اب یہ ممکن ہوگیا ہے کہ قسمت کے زخموں پر مرہم رکھا جاسکے ۔ اور اس طرح وسیع تر حلقے کے کندھوں پر اس کا بوجھ تقسیم کردیا جائے ۔

اس کے ساتھ ہی یہ احساس بھی عام ہوتا جا رہا ہے کہ کسی غیر متوقع حادثے یا اچانک بیماری کی صورت میں اخراجات کا بوجھ سرمایہ داروں یا کارخانے داروں کو اٹھانا چاہیے ۔ اور دیگر پیداوار دولت کے اخراجات کی طرح اس خرچ کو بھی قیمت کے اضافے کے ذریعہ وصول کرنا چاہیے

اسی طرح بیکاری کے بیمہ کی اقساط جبری طور پر کارخانے داروں اور اس پیشے کے مزدوروں سے وصول کرنی چاہئیں۔ عام بیماری، بڑھاپا، اور موت یہ چیزیں سب انسانوں میں مشترک ہیں۔ اس کے لیے بھی بیمہ، پنشن اور فنڈ وغیرہ موجود ہیں۔ مزدوری کے متعلق بھی یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ اس کی مقدار اتنی ہونی چاہیے کہ اُس سے کچھ بچایا جا سکے، اور کفایت شعاری کے ساتھ اولاد کے لیے بھی کچھ چھوڑا جا سکے۔ حکومت کا کام یہ ہے کہ وہ کمپنیوں اور سرمایہ داروں کی براہِ راست نگرانی کرے، ٹریڈ یونین اور بیمے کا مناسب انتظام کرے اور سیونگ بنک قائم کرنے اور رہائشی مکان بنانے میں آسانیاں بہم پہنچائے۔

ان تمام وسائل و ذرائع سے مزدور جماعت قوم کی دولت میں اپنا حصہ بٹا سکتی ہے۔ سرمایہ داروں کی روشن ضمیری، حکومت کی باقاعدہ نگرانی۔ ٹریڈ یونین کا دباؤ خطرات کا بیمہ وغیرہ ایسے امور ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ سوشلسٹ کا یہ قول کہ آج کل کے مزدور مزدوری کے غلام ہیں غلط اور ایسا لفظ ہے جو شرمندۂ معنی نہیں ہوا۔ سرمایہ دار اور مزدور آپس میں ایک دوسرے سے مربوط اور مساوی طور پر ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اور اگر قواعد کی پابندی کو غلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ قانون اور آزادی کے آپس کے رشتہ کو غلط سمجھا گیا ہے۔

کام کے اوقات کا خیال اور کارخانوں میں حفظانِ صحت کا انتظام برابر بتدریج ہو رہا ہے۔ عدم تنوع یا یکسانیت جو مشین کے کام میں پائی جاتی ہے، اور اس کا جو اثر کیرکٹر پر پڑتا ہے اس کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر یہ اچھے کاریگر کی ارتقائی قوتوں پر برا اثر ڈالتا ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ ایک مبتدی کے لیے میدان بھی پیدا کرتا ہے۔ اور خود کارخانے میں دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کام کرنے سے جو سوشل یا معاشرتی ذہنیت پیدا ہوتی ہے وہ تنہا کام کرنے سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ کام کے اوقات کے محدود ہونے کے بعد جو فرصت میسر ہوتی ہے وہ دیگر خارجی

دلچسپیوں میں صرف ہوسکتی ہے۔ بہت سی صنعتوں میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی مشینیں استعمال ہوتی ہیں، لہذا ٹیکنیکل تعلیم وتربیت کی بدولت مزدور ایک صنعت سے دوسری صنعت میں آسانی سے جاسکتا ہے۔ پہلے چھوٹے کارخانوں میں جس سختی سے کام لیا جاتا تھا، وہ پبلک کی نظر سے پوشیدہ تھا لیکن آج کل بڑے کارخانوں میں جو ہر وقت پبلک اور حکومت کے سامنے رہتے ہیں۔ اس قدر سختی نہیں ہوسکتی۔

سوشلسٹ عام طور پر اکثریت کے افلاس اور غریبی کا رونا روتے ہیں۔ اس نکتے پر ذرا زیادہ غور کی ضرورت ہے۔ وہ غربت جو محض دولت کی کمی کی وجہ سے ہو اس قدر قابلِ افسوس نہیں ہے۔ دولت کی عدم مساوات فی نفسہ کوئی ایسی بڑی خرابی نہیں ہے۔ زیادہ دولت کے خلاف بھی وہی اعتراضات ہو سکتے ہیں جو کم دولت کے خلاف کیے جاسکتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ دھوکے اور فریب کے ذریعہ جمع کی گئی ہو۔ خواہ اسے ایک بڑا دولتمند امانت میں خیانت اور غبن کے ذریعے جمع کرے یا چھوٹا دوکاندار پندرہ گرہ کے گز کے ذریعہ، دولت کی عدم مساوات کو جو مختلف ذرائع مثلاً محنت، یا کفایت شعاری کرکے پیدا کی جائے۔ مساوی کرنے کے معنیٰ پیداوار دولت کو نقصان پہنچانے کے ہیں جس کی وجہ سے تمام سوسائٹی یکساں مصیبت میں گرفتار ہوجائیگی۔ اس کے علاوہ وہ غربت اور قسم کی ہے جو تخریب اخلاق کا باعث ہو۔ وہ غربت جس کے ساتھ بیماری اور فاقہ کشی متعلق ہوں اس غربت کو بھی ہمارے سوشلسٹ نہایت مبالغہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ سوتوں کو جگانے کے لیے ایسی تصویریں دکھانا ایک حد تک صحیح ہوسکتا ہے۔ لیکن موجودہ نظام انڈسٹری کی خرابی اور اچھائی کو پرکھنے کے لیے یہ انداز بیان غیر منصفانہ بلکہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ غربت کی اس قسم کو دور کرنے کے لیے گوناگوں تجاویز عمل میں لائی جارہی ہیں۔ چنانچہ اکثریت کے لیے بہتر رہائشی مکان اور کھلی فضا فراہم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ذاتی تجارت کے باعث پیداوار دولت اس درجہ ترقی کرگئی ہے کہ ہر قسم

کے مال اور اشیا کی قیمت کم ہوگئی ہے۔ وہ چیزیں جو کل صرف امراء اور رؤسا کے استعمال کی تھیں، آج اکثریت کے تصرف میں ہیں۔ صاحب خیر امراء اور عام پبلک کی ہمدردی کی بدولت، سکول، کتب خانے، عجائب خانے، پارک، کھیل کے میدان، تفریح گاہیں وغیرہ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اگر ان آسانیوں اور آسائشوں کے باوجود ان کی اہم ضروریات پوری نہ ہوں تو اس کی ذمہ داری صرف کم مزدوری کے ملنے پر ہی نہیں ہے۔ بلکہ خود مزدوروں کی فضول خرچی پر بھی ہے۔ اس حقیقت کی جانب سے سوشلسٹ آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ بائسکوپ اور گراموفون پر خرچ کرنا۔ جبکہ گھر میں کھانے کا سامان موجود نہ ہو، کہاں تک صحیح ہے۔ اور اسی طرح کی دیگر فضول خرچیاں انہیں اپنی مزدوری سے پورا پورا فائدہ اُٹھانے سے محروم رکھتی ہیں۔ خرچ کا معقول معیار بھی اتنا ہی ضروری اور اہم ہے جتنا کہ انصاف کی تقسیم کا۔ شراب خوری اور دیگر فضول اخراجات کو اگر نصف بھی کر دیا جائے۔ اور ذرا کفایت و دور اندیشی سے کام لیا جائے تو بہت سی مشکلات و مصائب سے بچاؤ ممکن ہے اور اس طرح عام بہبودی میں بھی بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔

ہماری توجہ تمام تر ان مادی اسباب کی جانب مبذول نہیں رہنی چاہیے۔ جن کی عدم مساوات کی سوشلسٹ شکایت کرتے ہیں۔ ان کا سارا زور مقابلہ کی کشمکش کے مادی نتائج پر صرف ہو جاتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ انسان اپنی زندگی کی کشمکش میں صرف کم و بیش روپیہ ہی نہیں حاصل کرتا بلکہ وہ اس جنگ میں اپنا کیرکٹر بھی بناتا ہے۔ جس کی اہمیت مادی فوائد سے بدرجہا زیادہ ہے۔ کسی کی مالی کامیابی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس میں زبردست اخلاقی قوت بھی موجود ہے۔ متاع کیرکٹر پر کسی ایک شخص کا اجارہ نہیں ہے۔ اور نہ کسی شخص کے کیرکٹر کی مضبوطی یا اسے زیادتی کہیے۔ دوسرے کی کمی یا کمزوری کیرکٹر کا سبب تصور کی جا سکتی ہے۔ موجودہ انڈسٹریل نظام کے باعث افراد میں اس کے نظم کی بدولت ایک خاص کیرکٹر ہو گیا ہے جس میں محنت، کفایت شعاری۔ وقت نظر یا بصیرت

کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

یہ بھی صحیح ہے کہ زندگی میں محبت، عزت، بنی نوع انسان کی خدمت، سورج کے ڈھلنے کا دلکش منظر، اور پُرامن تاروں بھری راتیں ایسی نعمتیں ہیں جن کو قیمت دے کر نہیں خریدا جاتا۔ اور وہ یکساں طور پر جھونپڑی اور محل کے رہنے والوں کو میسر آسکتی ہیں لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ بغیر مادی اسباب کے یہ چیزیں کافی ہیں۔ زندہ رہنا اچھی زندگی سے مقدم ہے۔ کوئی شخص اگر روٹی مانگ رہا ہو تو اس کا پیٹ خالی محبت سے نہیں بھرا جا سکتا۔ سانس لینے کے لیے فاقہ کشی ایسی ہی مضر ہے جیسی کہ حد سے زیادہ شکم سیری لیکن کم از کم سامان زندگی کا انتظام ہونے کے بعد یہ افراد کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ آیا وہ دوسروں کے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے یا اپنے لیے۔ اسے مال و زر کی نمائش و مقابلہ و فضول خرچی پسند ہے یا اپنی شخصیت کا ارتقا۔ بہرحال ہمیں ہر فرد کے لیے کم سے کم کافی سامان زندگی فراہم کرنا ضروری ہے، لیکن ہمیں کروڑپتی یا سوشلسٹ کی طرح یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ صرف زندہ رہنے کے معنیٰ ہی زندگی کے نہیں ہیں۔

اس کے علاوہ سوشلسٹ ایک غلطی اور کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ انسان اور اس کے وسائل کے تناسب کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ فطرت انسان میں جو قوتیں اور کمزوریاں ودیعت ہیں ان کے سبب اس دنیا میں ایک مکمل معاشرتی نظام کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ فطرت انسانی کی کمزوریاں کبھی اسے اس کی اجازت نہیں دینگی کہ وہ کوئی مکمل نظامِ معاشرت قائم کر سکے خواہ کتنی ہی دوراندیشی برتی جائے فطرت آدم اپنا کام کیے بغیر نہ رہیگی۔ وہ اُسے بگاڑ کر ہی رہیگی۔ یہ خیال بالکل بے وزن ہے کہ کبھی مستقبل بعید میں ایک مکمل اور اعلیٰ ترین نظام جماعت قائم ہو سکیگا۔ اور اس وقت انسان صحیح معنی میں پُرامن زندگی بسر کر سکینگے۔ یہ صحیح ہے کہ انسانی فطرت میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے، اور اداروں کا اثر انسان پر ہوتا ہے اور اسی طرح انسان کا اثر اداروں

پر مرتب ہوتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں سوسائٹی کو افراد کی خرابی اور نقصان کا باعث سمجھنا
اس طرزِ عمل کا ایک مفید ردِ عمل ہے جس کے باعث مجرم اور غریب کو اپنی تمام خرابیوں کا خود
ذمہ دار ٹھہرایا جاتا تھا لیکن جیسا کہ ردِ عمل کا قاعدہ ہے یہ تخیل بھی مبالغہ کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اور
اس وقت یہ خطرہ ہے کہ افراد تمام قصور سوسائٹی کے ذمہ ڈال کر اپنی شخصی ذمہ داری کی طرف
سے بالکل بے پروا نہ ہو جائیں۔

اسی طرح فطرتِ انسان میں ودیعت شدہ قوتیں جو ہمیشہ بہتری اور ترقی کے لیے کوشاں
رہتی ہیں نظامِ جماعت کی اس بے عیب تکمیل کی اجازت نہیں دینگی۔ اور اس میں ہمیشہ عیب
نکالنے کی کوشش کرینگی۔ ماضی کی طرح مستقبل کی ترقی کا انحصار اچھی قسم کی بے اطمینانی پر ہے
جیسے جیسے وہ نصب العین یا منزل دور ہوتی جائیگی۔ ہر نیا قدم نئی افق پیدا کریگا۔ عملی کامیابی
ہمیشہ تصور سے پیچھے رہتی ہے۔ اگر نکتہ چینیوں کی آواز بند ہو جائے تو اس کے معنیٰ زندگی یا تکمیل
نہیں بلکہ موت ہیں لیکن آخری منزل تک نہ پہنچ سکنے کی طرف سے مایوسی کے معنی یہ نہیں کہ
ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اور موجودہ خرابیوں کو بدستور قائم رہنے دیں۔ بلکہ ہمیں ایسی تنقید
سے قطع نظر کرتے ہوئے جو ہمارے تمدن و تہذیب کو بے کار سمجھ کر تباہ و برباد کرنے کی ترغیب دلاتی
ہے۔ یہ خیال کرنا چاہیے کہ باوجود اس تمام ترقی کے ابھی بہت سے دھبے مٹانے باقی ہیں۔ اور
زندگی کی اس جنگ کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ہے۔

Bertrand Russel کی طرح ہمیں بھی ایسی دنیا کی تلاش ہے جہاں روحانی قوتوں
کا ارتقا پورے طور پر ہو سکے، جس میں زندگی مسرتوں اور امیدوں بھرا خواب ہو۔ لوگ دوسروں
سے دولت چھیننے اور جمع کرنے کی بجائے تعمیری کاموں سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ جس کے باشندے
ظلم و حسد پر خالص محنت اور خوشی کو ترجیح دیتے ہوں۔ انسانوں کی جبلّی اور ذہنی قوتوں کو

ارتقائی آزادی حاصل ہو۔ یہ دنیا صرف خواب ہی نہیں ہے بلکہ اصل بھی بن سکتی ہے۔ بشرطیکہ انسان ایسی دنیا بنانے کے لیے تیار ہوں۔ ہمیں صرف ایسے ہی انسانوں کی تلاش ہے۔

فی الحال ہم ایسی دنیا میں ہیں جس کے مقاصد اور ہیں لیکن یہ وقت بھی گذر جائیگا۔ یہ راون خود اپنی آگ میں جل کر رہ جائیگا۔ اور اُس کی راکھ سے ایک دوسری نوجوان اور خوبصورت تازہ اُمیدوں بھری دنیا صبح کی روشنی آنکھوں میں لیے پیدا ہوگی۔

قرآن مجید کی مکمل ڈکشنری

اُردو میں سب سے پہلی کتاب ہے جس میں قرآن مجید کے تمام لفظوں کو بہت ہی سہل اور دلنشین ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ معنی کے ساتھ ہر لفظ کی ضروری تشریح بھی کی گئی ہے۔ یہ کتاب بے مبالغہ ہے کہ لغت قرآن پر اُردو زبان میں اب تک ایسی کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ کتاب عام پڑھے لکھے مسلمانوں کے علاوہ انگریزی داں اصحاب کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔ اصل قیمت ؎ رعایتی قیمت چار روپیے۔ فہرست کتب مفت طلب کیجیے۔

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ برہان قرول باغ نئی دہلی

DELHI